**ARMAGHAN**
VOLUME 4 2023 (JUNE)
**ISSN (Print):** 2707-6288 | **ISSN (Online):** 2788-8255
**Journal Homepage:** http://armaghan.wum.edu.pk

# عبداللہ حسین کے غدار لوگ

# Traitors of Abdullah Hussain

عصمت زہرا،

پی ایچ ڈی سکالر ادارہ زبان وادبیات اردو، پنجاب یونیورسٹی لاہور

ناصر عباس نیر،

پروفیسر، ادارہ زبان وادبیات اردو، پنجاب یونیورسٹی لاہور

Asmat Zahra,

Ph.D Scholar, Institute of Languages & Literature Urdu, Punjab University, Lahore

Nasir Abbas Nayyar,

Professor, Institute of Languages & Literature Urdu, Punjab University, Lahore

**Abstract:**

Abdullah Hussain was a renowned Novelist in Urdu fiction. He proved himself as trend Setter in style as well as in themes. He wrote with his intellectual depth about colonization, imperialism, migration and corruption. His novels look like a commentary of a sensitive artist on the frustration, aspirations of common people who become victim of corrupt system. He has deep insight in the study of social classes of post-colonial era and has portrayed successfully the changing social class system. He also depicts the Complex relationships and clashes among different sects of society. He condemns strongly the cruel upper class who has become the agents of colonialism and snatch mercilessly rights of poor people. Abdullah Hussain calls them traitor. He is a true critic of injustice and sectarian discrimination.

**Keywords:**

Imperialism, Migration, Corruption, Colonialism, Dictatorship, Injustice, Cruel Ruelrs, Poverty

© 2023 The Authors, Published by WUM. This is an Open Access Article under the Creative Common Attribution Non Commercial 4.0.

عبداللہ حسین، ناول کی دُنیا کا ایک درخشندہ ستارہ ہیں۔ ان کے ناول تاریخی آہنگ کو بیان کرتے ہیں۔ نو آبادیات، آمریت، غیر منصفانہ نظام، طبقاتی تقسیم اور سماجی طنز، ناولوں کے موضوعات ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے ناولوں کا ایک بڑا موضوع غدار لوگ بنتا ہے جو نااِنصافی، ظلم، اِنتشار اور آمریت کی وجہ بنتے ہیں۔ چھوٹے اور بڑے پیمانے پر ایک گروہ ایسا دکھایا گیا ہے جو دوسروں کی حق تلفی، زیادتی اور پریشانی کا باعث بنتا ہے۔ معاشرے میں دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کا باعث غدار لوگ ہوتے ہیں۔ یہ غداری ملکی، سیاسی، معاشی، شخصی اور اِجتماعی سطح پر یکساں ہوتی ہے جس کا نشانہ عوام بنتی ہے۔

ہندوستان پر انگریزوں کے تسلط کا باعث مقامی لوگ تھے جنھوں نے ملک سے غداری کی اور ذاتی مفادات کے لیے غیر ملکی لوگوں سے گٹھ جوڑ کیا۔ ''اُداس نسلیں'' میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں جب انگریزوں کو اپنے دفاع کے لیے فوج درکار تھی تو انھوں نے ہندوستانی وفاداروں کا سہارا لیا جو دراصل ملکی غدار تھے۔ انگریزوں کی پالیسی یہ تھی کہ انھوں نے ہندوستان میں بڑے پیمانے پر مقامی لوگوں کو مٹھی میں کر رکھا تھا۔ ان کو ضرورت سے زیادہ نوازتے اور نتیجتاً اپنے مفادات پورے کرتے۔ ان غداروں کی پالیسی بھی انگریزوں کی پالیسی تھی۔ انگریز ہندوستان کا اِستحصال کرنا چاہتے تھے اور ایسا وہ مقامی لوگوں کی مدد سے کر رہے تھے۔ سستے داموں اناج خریدنے کی بات ہو یا سود اور موٹرانہ لینے کا معاملہ یا دُشمن کے دُشمن سے لڑنے اور مرنے کی بات ہو۔ عوام ان زر خرید غلاموں کے پابند تھے۔ یہ کسان یا مزدور کو کبھی خوشحال نہیں ہونے دیتے تھے۔ طرح طرح کے بے جا ٹیکس لگا کر ان کی مجبوری اور بے بسی میں اضافہ کرتے، جس سے وہ اپنے حقوق کی بات کرنے کے قابل نہ رہتے۔ ذاتی اُلجھنوں اور مسائل میں گھرے یہ احتجاج کی سکت ہی کھو بیٹھے تھے۔ حمیرا اشفاق لکھتی ہیں:

> ''ہندوستانی زمین داروں اور برطانوی شہنشاہیت پرستوں کے درمیان اس اتحاد نے ہندوستان کو ایک زرعی بحران میں مبتلا کر دیا تھا جس کے اثرات ابھی تک کامل طور سے نہیں مٹے تھے کہ اِقتصادی اور سیاسی سطح سے اِس اِتحاد کا اثر سماجی اور تمدنی سطح تک جا پہنچا۔''[۱]

عبداللہ حسین نے ''اُداس نسلیں'' میں ایسے کردار دکھائے ہیں جو انگریزوں کے وفادار تھے۔ اس وفاداری میں وہ اپنی ذاتی پسند ناپسند بھول چکے تھے۔ حتیٰ کہ دیرینہ مراسم اور رشتہ داریاں بھی فراموش کر بیٹھے تھے۔ انھیں چاہیے تھا تو صرف بین الاقوامی غلامی جو وہ چند مراعات کے عوض خرید رہے تھے۔ یہ دراصل ان کا احساسِ کمتری تھا جس کا شکار وہ غیر ملکی قوم کی وجہ سے ہو چکے تھے۔ روشن آغا چاہتے تو نیاز بیگ کو جیل سے رہا کرا سکتے تھے جو ہتھیار بنانے کی پاداش میں جیل جا چکے تھے۔ روشن آغا اور نیاز بیگ برسوں سے ایک ساتھ رہتے تھے اور روشن آغا جانتے تھے کہ نیاز بیگ بے قصور ہے لیکن انگریزوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے نیاز بیگ کے خاندان سے ملنا جلنا بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ روشن آغا ملکی اثاثے غیر ملکیوں کو عوام سے زبردستی چھین کر پیش کرتے ہیں جس سے ان کے ذاتی اثر و رسوخ میں اضافہ ہوتا ہے۔ ناول میں دو ہندوستانی فوجیوں کی گفتگو:

تمھیں پتہ ہے ہم کیوں لڑ رہے ہیں؟ اچانک مہیندر سنگھ نے پوچھا

جرمنوں نے حملہ کیا ہے

کہاں؟ روشن پور پر؟

یہاں۔۔۔

پر ہم یہاں کیوں ہیں، کس لیے آئے
جرمن انگریزوں کے دُشمن ہیں اور انگریز ہمارے مالک ہیں، بس ہمارے مالک روشن آغا ہیں چنانچہ
کُل کتنے مالک ہیں۔ ایک دفعہ بتاؤ۔ نعیم کے گلے میں کوئی چیز آکر اٹک گئی۔"[۲]

عبداللہ حسین کے ناولوں میں دولت اور اِقتدار ایک طاقت دکھائی گئی ہے۔ ملکی اور غیر ملکی سطح پر جس کے ہاتھ بھی دولت یا اقتدار آیا اس نے اسے اپنی طاقت بنایا اور عوام کے لیے ظلم وزیادتی کا باعث بنا۔ متحدہ ہندوستان میں انگریز دولت سے لوگوں کو خریدتے رہے اور جانے کے بعد یہی گُر مقامی لوگوں میں منتقل کر گئے جب ملک دو ٹکڑے ہوا تو یہ ہتھکنڈے صاحبِ ثروت اور صاحبِ اقتدار عوام پر آزمانے لگے۔ عام آدمی پہلے بھی محکوم تھا اور اب بھی مظلوم، اسے اپنی مرضی سے جینے کا حق حاصل نہیں، وہ اپنی بنیادی ضروریاتِ زندگی کے لیے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتا ہے۔ ایک مزدور کے الفاظ:

"ہم لاکھوں میں دیتے ہیں اور صرف سینکڑوں میں اپنا حق مانگتے ہیں ہمیں رہنے کے لیے مکان چاہئیں، ہمارے مکانوں میں پانی ہونا چاہیے کیونکہ پانی کے بغیر ہم زندہ نہیں رہ سکتے۔ ہمارے گھروں میں بجلی لگنی چاہیے۔ کارخانے میں ہم دن بھر بجلی پیدا کرتے ہیں اور جب گھروں کو لوٹتے ہیں تو ہماری دیواریں اندھیرے میں کھڑی ہوتی ہیں۔۔۔ ہماری چھٹیوں میں اضافہ ہونا چاہیے۔ مشینوں کو بھی تیل کی ضرورت ہوتی ہے، کیا ہمیں آرام کی ضرورت نہیں؟ کیا ہم اس تھوڑی سی سہولت کے حق دار نہیں ہیں۔"[۳]

ناول نگار نے اپنے ناولوں میں عوام پر مسلط ہونے والے ظالم حکمرانوں کی ناانصافیوں کا نقشہ کھینچا ہے۔ "باگھ" کا حکیم جب موت کے گھاٹ اُتارا جاتا ہے تو اس کا جرم بھی اتنا سنگین نہیں، صرف اس کے پاس ایک تلوار ہے جس سے خطرہ محسوس کیا جاتا ہے، جس طرح اُداس نسلیں میں نیاز بیگ کھلونے کے طور پر ایک تلوار بناتا ہے اور ساری عمر جیل کاٹتا ہے۔ اسی طرح حکیم جب تلوار دینے سے اِنکار کرتا ہے تو مارا جاتا ہے اور اصل قاتل کی بجائے اسد کو جیل کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ جیل میں اسد پر دباؤ ڈالا جاتا ہے کہ وہ اعترافِ جرم کرے مگر وہ ایسا نہیں کرتا، اچانک اسے ایک ذوالفقار نامی شخص کچھ شرائط کی بنا پر رہا کرالیتا ہے اور اس سے کچھ خفیہ کام یہ کہہ کر لیتا ہے کہ اگر تم نے یہ نہ کیا تو دوبارہ پکڑ لیے جاؤ گے۔

باگھ میں کشمیر کی آزادی کے لیے کی جانے والی خفیہ کارروائیوں کا ذِکر ہے۔ اس کے لیے ایک مخصوص گروہ موجود ہے جو عوام سے زبردستی اپنے مقاصد کے لیے کام لیتا ہے۔ ناول میں دو متصادم قوتیں کار فرما ہیں۔ ایک ظالم اور تشدد کرنے والے صاحبِ اقتدار اور دوسری جبر کرنے والی عوام۔ عبداللہ حسین کے ہاں اقتدار کو اس ناول میں بھی طاقت دکھایا گیا ہے۔ عام آدمی یہاں بھی کمزور، بے بس اور مجبور ہے۔ فوج کے ساتھ خفیہ کام کرنے والا گروہ اپنے علاقے کے نوجوان، دلیر اور محنتی لوگوں کو جبراً اور دھوکہ دہی سے اپنے ساتھ کام پر لگاتا ہے اور جو کوئی حکم عدولی کرتا ہے یا ان کے راز فاش کرتا ہے تو اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ٹھکانے لگا دیا جاتا ہے۔ وہ اپنے کارندوں کی ذاتی زندگی پر بھی کڑی نظر رکھتے ہیں اور جس سے قانون شکنی یا بغاوت کی بُو آتی ہے۔ اسے عبرت ناک سزا دی جاتی ہے خوشی محمد اور حکیم اس کی واضح مثال ہیں۔ اس کے برعکس میر حسن جو حکیم کا اصل قاتل ہے۔ اس کا نام صیغۂ راز میں رکھا جاتا ہے۔ اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جاتی۔ خالد اشرف باگھ کے متعلق لکھتے ہیں:

”باگھ نہایت معنی خیز علامت ہے۔ اس فوجی ڈِکٹیٹر کی جو کمزور اور امن پسند عوام کو مستقل خوفزدہ رکھتا ہے تا کہ اپنے اقتدار کو محفوظ رکھ سکے کیونکہ اس کے وجود کی تصدیق ہی تشدد کے ذریعے ہوتی ہے۔“[۴]

عبد اللہ حسین نے معاشرے میں اعلیٰ، ادنیٰ کے طبقاتی تضاد کو طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ برتری کا نشہ انسان کو ظلم پر آمادہ کرتا ہے اور اس رستے پر چل کر انسان تشدد، ناانصافی اور بربریت کی ہر منزل عبور کرتا جاتا ہے۔ اس جنگ میں عوام کیڑے مکوڑوں کی طرح بنیادی ضروریاتِ زندگی کے لیے رِینگ رِینگ کر مر جاتی ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد ایک نسل اور قوم کے لوگوں میں بھی گروہی تقسیم ختم نہ ہوسکی۔ ملک کو چلانے والے، حکمران، سیاست دان، عدلیہ اور محافظ اِدارے یکساں اس جُرم میں ملوث رہے۔ ناول نگار نے اپنے ناول نادار لوگ میں تقسیمِ بنگال کی وجہ انہی غدار لوگوں کو بنایا ہے۔ بنگال کے لوگوں سے غیر منصفانہ رویے کے باعث پاکستان کو دو ٹکڑے ہونا پڑا۔ مغربی پاکستان سے تعلق رکھنے والے حکمران مشرقی پاکستان کے حقوق تلف کرتے رہے حتیٰ کہ جنگ کے دنوں میں بھی مشرقی پاکستان کے لوگوں کو مارا جاتا رہا۔ اس میں بڑے فوجی افسران ملوث تھے۔ اپنے ہی ملک کے لوگوں کو یوں نشانہ بنایا گیا جیسے دُشمن کو بنایا جاتا ہے۔ مشرقی پاکستان کی علاحدگی کے بارے ناول میں ایک تحقیقی رپورٹ شامل کی گئی ہے۔ اس سے ایک اقتباس:

”اپنی تفتیش اور تحقیق کے نتیجے کے طور پر کمیشن اس فیصلے پر پہنچی کہ یہ محض ایک عسکری شکست نہ تھی بلکہ ایک عظیم سیاسی اور اخلاقی ہار تھی۔ دو مارشل لاؤں کے دوران پاکستان کے فوجی حکمران اخلاقی طور پر اس قدر گر چکے تھے اور اتنے بدعنوان ہو چکے تھے کہ اُن میں جنگ کی سکت نہ رہی تھی۔“[۵]

ناول نگار نے ملک کے دو ٹکڑے ہونے کی وجہ فوجی آمر اور افسران کو ٹھہرایا ہے۔ سپریم کورٹ نے اس حوالے سے تحقیق کی اور ان فوجی افسران اور حکومتی سربراہان کے خلاف سخت سزائیں تجویز کیں۔ یہ سزائیں، مقدمات، جرمانے اور عہدوں سے برطرفی کی صورت میں تھیں تاکہ آئندہ کوئی فرائض میں مجرمانہ کوتاہی برتنے یا بزدلی دکھانے کی کوشش کرے تو کیفرِ کردار کو پہنچے، مگر یہ سزائیں، جرمانے اور مقدمے محض کاغذی ٹکڑے ثابت ہوئے اس کے برعکس اِس رپورٹ (راز) کو شائع کرنے کے الزام میں ایک ادنیٰ فوجی کو ہمیشہ کے لیے ملازمت سے برطرف کر دیا گیا جب کہ اس کی فوج میں سالوں کی قربانیاں شامل تھی جب وہ جان ہتھیلی پر رکھ کر جنگوں میں شامل ہوتا رہا اور اپنے وطن کی سرحدوں کی حفاظت کرتا رہا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا بھائی جو ایک محب الوطن اور محنتی صحافی تھا۔ اس کو بھی ناکارہ بنا دیا جاتا ہے۔ ناول نگار نے بڑے پیمانے پر سرِعام غداروں کا نقشہ کھینچا ہے جو سرے عام غریب کا اِستحصال کرتے ہیں، ملک کو نقصان پہنچاتے ہیں عوام کی زندگیاں اجیرن کرتے ہیں مگر کوئی پوچھنے والا نہیں اور ان کی چالاکیوں سے اگر پردہ اُٹھ جائے تو کوئی سزا نہیں اور عوام اپنے حقوق کی بات کرے تو گناہ گار فوجی ڈکٹیٹر شپ کے بارے ناول سے اِقتباس:

”اعوان صاحب! ہیڈ ماسٹر چیمہ طنزیہ لہجے میں بولے آپ کس دُنیا میں رہتے ہیں۔ مارشل لا لگ چکا ہے، کچھ پتہ ہے آپ کو؟ پہلے دیواروں کے کان ہوتے تھے۔ اب آنکھیں بھی لگ گئی ہیں۔ منٹ منٹ کی خبر اوپر پہنچ رہی ہے۔“[٦]

عبد اللہ حسین نے دولت اور اقتدار کے زور پر ملک و قوم سے زیادتی اور غداری کرنے والے طبقے کو ناولوں کا موضوع بنایا ہے۔ یہ غدار گروہ زندگی کے ہر شعبے میں موجود ہے۔ حکمران، اعلیٰ عہدہ داران، افسران، جاگیر دار اور مذہبی اجارہ داروں کے واقعات بیان ہوئے ہیں۔ قید ایک ایسے ہی

مذہبی پیش واکی کہانی ہے، جو مذہب کی آڑ میں خود فیصلے کرتا ہے۔ مسجد کی سیڑھیوں پر موجود ایک نومولود بچے کو قتل کر دیتا ہے اور جب یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ اس کا اپنا پوتا تھا تو عمر بھر کے لیے اپنی مردانگی کھو بیٹھتا ہے۔ جب کہ دُنیا کی نظر میں وہ ایک بڑا مانا ہوا پیر ہے جس کے پاس جاکر ساری مرادیں پوری ہو جاتی ہیں۔ در حقیقت وہ مذہب کی آڑ میں غداری کرتا ہے اور عورتوں کی عزت سے کھیلتا ہے۔

عبداللہ حسین کے ناولوں میں کئی اور چھوٹے بڑے واقعات ہیں جہاں احساسِ برتری اور تفاخر سے انسانی غداری کا احساس ہوتا ہے۔ بھٹہ مالکان کا مزدوروں کے ساتھ ناروا سلوک احساسِ برتری اور صاحبِ اختیار کی زیادتیوں کی مثال ہے جہاں حق دار کو اس کا حق نہیں دیا جاتا۔ مزدوری سے کئی گنا زیادہ کام لیا جاتا ہے اور کام سے اِنکار کرنے والوں کو کڑی سزائیں دی جاتی ہیں۔

”نادار لوگ“ میں گھی کی فیکٹری کا جو واقعہ درج ہے۔ اس میں ناول نگار نے عدالت کی ناانصافی اور بک جانے کو اپنے پیشے سے غداری کہا ہے۔ عدلیہ ملک کا ایک اہم ستون ہے ملک چلانے میں جو اِدارے کار فرما ہیں۔ ان میں ایک عدلیہ بھی ہے۔ اِدارے جب اپنے فرائض دیانت داری سے نہیں نبھاتے تو جرائم جنم لیتے ہیں۔ رشوت اور سفارش کے ہتھکنڈے استعمال کر کے فیکٹری مالکان (ملاوٹ والا گھی بنانے کے جرم) اپنی مرضی کا فیصلہ کرا لیتے ہیں اور مقدمہ ختم ہو جاتا ہے۔ حنا جمشید لکھتی ہیں:۔

> ’نادار لوگ سانحہ مشرقی پاکستان کے سیاسی و سماجی حالات کے اتار چڑھاو کی اذیت و کرب سے بھرپور داستان ہے۔۔۔۔ یہاں حال، ایک استحصال شدہ سامراجی معاشرے میں اپنی زندگی کی بقا کے لیے جدو جہد کرتی ایک پسماندہ نسل کی غمازی کرتا ہے، جہاں ماضی دم توڑتی اقدار اور روایات کے تحت بے حسی و بیگانگی جیسے رویوں کی اوک سے بار بار جھانکتا ہے۔“[۷]

اُونچ نیچ کے اس طبقاتی معاشرے میں قوم، مذہب، ملک کا ایک ہونا بھی اہمیت نہیں رکھتا۔ صرف سبقت لے جانے کی خواہش اندھا کر دیتی ہے اور پھر زیادتی، ظلم اور ناانصافی کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ ناول نگار نے جو حالات رقم کیے ہیں اُن سے واضح ہوتا ہے کہ امیر، غریب کی زندگی، موت کا مالک ہے وہ چاہے تو نچلے طبقے کو جینے دے اور چاہے تو موت کے گھاٹ اُتار دے۔ یہ تربیت بھی انگریزوں سے ہی ہندوستان کے باسیوں کو ملی۔ انگریز دیگر قوموں کو تو حقیر جانتے ہی تھے اپنے ہم مذہب اور ہم وطنوں سے بھی تفریق برتتے تھے۔ اُداس نسلیں کا ایک واقعہ جب انگریز فوجی چلتی ریل گاڑی کے ڈبے سے ایک ہندوستانی بزرگ کو ٹھوکر مار کر نیچے پھینک دیتا ہے اور پھر ایک لڑکی شیلا جب یہ سوال کرتی ہے:

> ”میرا نام شیلا تھا، ہم گاؤں کے اچھوت تھے۔ مذہب عیسائی، انگریز جو سب کے حاکم تھے وہ بھی عیسائی تھے۔ پتا نہیں ہم اچھوت کیوں تھے۔ یہ بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔“[۸]

یہی کلچر انگریزوں کے جانے کے بعد ہندوستان کا مقدر بنا۔ عبداللہ حسین کے ناولوں میں ایک طویل تاریخی سفر ہے۔ وقت بدلتے ساتھ ہونے والی تبدیلیوں کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ غیر قوم کا تسلط ختم ہو گیا لیکن لوگوں کی سوچ اور رویوں پہ وہ نقوش ثبت ہو گئے۔ موجودہ منظر نامہ بھی ماضی سے کچھ مختلف نہیں ہے۔ سیاسی کارندے، وڈیرے اور حکومتی کارندے اسی نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔ اپنی تجوریاں بھرنے کے لیے وہ قوم اور ملک سے اجنبی غیر ملکیوں جیسا برتاؤ کر رہے ہیں۔ حوس ظلم و زیادتی اور غداری کے سارے ہتھکنڈے استعمال ہو رہے ہیں۔ ان حالات میں اگر عبداللہ حسین ہوں تو کئی شاندار ناول تخلیق کیے جا سکتے ہیں۔

## حوالہ جات:


۱۔ حمیرا اشفاق، جدید اُردو فکشن عصری تقاضے اور بدلتے رُجحانات (لاہور: سانجھ پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء)، ص۱۱۶۔

۲۔ عبداللہ حسین، اُداس نسلیں، مجموعہ عبداللہ حسین (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء)، ص۱۲۰۔

۳۔ ایضاً، ص۴۰۲، ۴۰۳۔

۴۔ خالد اشرف، برصغیر میں اُردو ناول (لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۰۵ء)، ص۶۲۴۔

۵۔ عبداللہ حسین، نادار لوگ، مجموعہ عبداللہ حسین، ص۷۳۸۔

۶۔ ایضاً، ص۹۵۔

۷۔ حنا جمشید، "عبداللہ حسین کے نادار لوگ"، مشمولہ عبداللہ حسین ایک مطالعہ، مرتب: عامر سہیل، ڈاکٹر، سید (لاہور: بیکن ہاؤس، ۲۰۱۶)، ص۴۹۔

۸۔ عبداللہ حسین، اُداس نسلیں، مجموعہ عبداللہ حسین، ص۴۸۴۔


## References:


1- Humaira Ishfaq, Jadeed Urdu Fiction, Asri Takazay, Aur Badalty Rujhanat, (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2010), P.116.

2- Abdullah Hussain, Udas Naslein, Majmua Abdullah Hussain, (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2007), P.120.

3- Abid, P.402-403.

4- Khalid Ashraf, Bar-e-Saghir Mein Urdu Novel, (Lahore: Fiction House, 2005), P.624.

5- Abdullah Hussain, Nadar Log, Majmua Adbullah Hussain, P.738.

6- Abid, P.95.

7- Hina Jamshaid, “Abdullah Hussain K Nadar Log”, Mashmoula Abdullah Hussain Aik Mutalia, Muratab: Amir Sohail, Dr., Syed (Lahore: Beacon House, 2016), P.49.

8- Abdullah Hussain, Udas Naslein, Majmua Abdullah Hussain, P.484.